'انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد' اور
'لاہور اسلامک یونیورسٹی' کے اشتراک سے سیمینار

'انتہا پسندی، فرقہ واریت اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار'

قاری شفیق الرحمٰن زاہد

جامعہ لاہور الاسلامیہ Lahore Islamic University کے مختلف ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیوں سے تعاون اور اشتراکِ عمل کے معاہدات ہیں جس کے تحت یہ یونیورسٹیاں جامعہ ہذا کے اشتراک سے درپیش مسائل پر سیمینارز منعقد کراتی رہتی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مذکورہ بالا عنوان پر منعقد ہونے والا وہ سیمینار بھی ہے جو بروز ہفتہ ۱۴ جنوری ۲۰۱۷ء/ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مرکزی کیمپس، گارڈن ٹاؤن لاہور میں ہوا۔ یہ سیمینار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے 'اقبال انسٹیٹیوٹ برائے مکالمہ و تحقیق' اور جامعہ لاہور الاسلامیہ کے 'اسلامک ہیومن رائٹس فورم' کے اشتراک سے منعقد ہوا۔ تفصیلی رپورٹ اور خطابات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ 'محدث')

انتہا پسندی اور دہشت گردی ایک ایسا فعل یا عمل ہے جس سے معاشرے میں دہشت و بدامنی کا راج اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلتا ہے۔ اس وقت دنیا کو نظری و عملی انتہا پسندی اور دہشت گردی کا ہی سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے۔ پریشانی کی بات ہے کہ اب یہ انتہا پسندی فکر و نظر، زبان و قلم سے آگے قتل وغارت کی انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ سیاست و معیشت اور معاشرت غرض ہر چیز اِس کی زد میں ہے اور ہزاروں بچے، بوڑھے اور جوان اِس کی نذر ہو چکے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام ایک اعتدال پسند مذہب ہے، اور اس کی تمام تعلیمات میں یہ وصفِ خاص ممتاز طور پر نظر آتا ہے۔ جہاں تک انتہا پسندی کا تعلق ہے، اسلام اس کی تائید نہیں کرتا، اس انتہا پسندی کے جس پہلو سے دہشت گردی جنم لیتی ہے، اور جہاں پہنچ کر عدل وانصاف کے تمام تقاضے رخصت ہو جاتے ہیں، صرف ایک جنون باقی رہ جاتا ہے، قابل مذمت ہیں۔ آج جہاں کہیں بھی دہشت گردی نظر آرہی ہے، وہ اسی جنون کے مختلف مظاہر ہیں۔ اسلام کو وہ انتہا پسندی بھی مطلوب

نہیں جو کسی فرد یا قوم کو انتہائی بزدل بنادیتی ہے اور اس میں اتنی صلاحیت یا اتنا حوصلہ اور سکت بھی باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنا حق لے سکے یا اپنا دفاع کر سکے۔ اسلام کی اعتدال پسندی یہ ہے کہ وہ اپنی جان ومال، اور دین ووطن کے دفاع اور تحفظ کے لیے سینہ سپر رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی فرد یا قوم سے کسی دوسرے فرد یا قوم کو بلا قصور کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

افسوس کہ انتہا پسندی کا یہ عفریت براہِ راست آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ مٹی سے جنم لینے والا انسانی گروہ ہی ہے، جو انسانیت کو درندگی کے ایسے خطرناک موڑ پر لے آیا ہے جہاں سے واپسی ناممکن تو نہیں لیکن خاصی حد تک مشکل ضرور ہے۔ اسی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو روکنے کے لیے گزشتہ دنوں جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے 'اقبال انسٹیٹیوٹ برائے تحقیق ومکالمہ' کے اشتراک سے ایک ورکشاپ 'انتہا پسندی، فرقہ واریت اور تشدد کے انسداد میں دینی جامعات کا کردار' کے نام سے نماز عصر تا عشاء منعقد ہوئی جس میں اسلامی یونیورسٹی کے چیئرمین ڈاکٹر محمد یوسف درویش، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے سرپرست جناب ایس ایم ظفر (سابق وفاقی وزیر قانون)، جماعۃ الدعوۃ کے پروفیسر ظفر اقبال، 'تنظیم اساتذہ پاکستان' کے صدر پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم، نامور صحافی سجاد میر، رؤف طاہر، ارشاد احمد ارشد، انور طاہر، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ شریعہ وقانون کے اساتذہ: ڈاکٹر حافظ محمد انور، ڈاکٹر فضل ربی، کلیۃ القرآن والتربیہ الاسلامیہ کے مدیر قاری صہیب احمد میر محمدی، تنظیم اسلامی کے ڈائریکٹر ریسرچ حافظ عاطف وحید، لاہور یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر علی اکبر زہری، پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک، ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر، کالجز کے اساتذہ کرام پروفیسر ڈاکٹر اختر حسین عزمی، ڈاکٹر مدثر اور ڈاکٹر عبد الغفار نے شرکت کی، جبکہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مشائخ واساتذہ مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا زید احمد، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی، ڈاکٹر حافظ انس مدنی، ڈاکٹر حافظ حسین ازہر، مولانا محمد شفیع طاہر، مولانا شاکر محمود، مولانا احسان اللہ فاروقی، حافظ محمد کوثر زمان ناظم 'الحکمہ انٹرنیشنل' اور دیگر اساتذہ واہل علم بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

ورکشاپ کے پہلے سیشن (عصر تا مغرب) میں شیخ الجامعہ ڈاکٹر مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی، محترم جناب ایس ایم ظفر اور اسلامک یونیورسٹی کے چیئرمین شیخ الدرویش نے خطاب کیا۔ سیشن کا آغاز ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی کی تلاوتِ کلام مجید سے ہوا، جبکہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے مدیر التعلیم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی نے نقابت کے فرائض انجام دیے۔ پہلے سیشن میں ڈاکٹر ممتاز احمد سالک اور محترم قاری صہیب احمد میر محمدی نے بھی تبصرہ کر کے شرکت کی۔ جبکہ دوسرے سیشن (مغرب تا عشاء) میں تمام شرکا کے مابین پیش نظر موضوع پر مجلس مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں مذکورہ بالا نامور شخصیات نے اظہارِ خیال کیا۔

جامعہ لاہور کے آڈیٹوریم میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے انتظامات کیے گئے تھے۔ سٹیج پر مہمانان گرامی کی تشریف آوری اور تلاوتِ کلام پاک کے بعد ڈاکٹر حافظ حسن مدنی نے سب شرکا کو خوش آمدید کہتے ہوئے موضوع کی اہمیت اور انتہاپسندی کے خاتمے کی ضرورت کو اُجاگر کیا، انھوں نے کہا کہ عمل سے قبل فکر و نظر کی اصلاح ضروری ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی بیت اللہ سے بت پرستی کے خاتمے سے قبل لوگوں کے ذہنوں میں اُن کے بارے میں پھیلے نظریات کو واضح اور صاف کیا۔

'اقبال انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ' کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر احسان الحق صاحب نے سامعین کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کیا اور حمد و ثنا کے بعد 'اقبال انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ' (IRD) کا تفصیلی تعارف کرایا اور آج کے سیمینار کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔

① مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ (شیخ الجامعہ)

خطابات کے سلسلے کا آغاز آپ کے خطاب سے ہوا جس میں آپ نے حسبِ ذیل آیت کی تلاوت کی:

﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾[1]

''لوگ ایک ہی اُمّت تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو خوشخبری دینے اور متنبہ کرنے والے بنا کر بھیجا اور اُن کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اُتاری تاکہ وہ لوگوں کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کریں۔''

اسلام دین برحق ہے اور حق کو دنیا میں نافذ العمل بنانا دین اسلام کا سب سے بڑا مشن اور مقصد ہے۔ جبکہ موجودہ حالات میں سیکولرازم دین اسلام کی حقیقی ہیئت اور شکل کو مسخ کرنے کے درپے ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ علم اور دلیل کی بات کرتا ہے، جبکہ مذہب جذبات اور عقیدت کی بات کرتا ہے۔

۱۸۵۷ء تک تمام دینی مدارس کا نصاب تعلیم اور فکری اساس متحد تھی، کسی مسلک کی تفریق نہ تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد برطانوی سامراج نے مسلمانوں میں اتحاد کو ختم کرنے کے لیے شیعہ سنّی کی تفریق پیدا کی جس کی وجہ سے مسلمان اُمت وقت گزرنے کے ساتھ باہم دست و گریباں ہونے کی وجہ سے تشدد اور انتہاپسندی کی نذر ہوگئی۔ اُنھوں نے بتایا کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے دو واضح بلاک بن چکے ہیں: سنّی، شیعہ۔ پہلا بلاک فقہ جعفری کا ہے جس کے مطابق ایران کا آئین اور دستور بنایا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا بلاک سنّی ہے جس کو آگے تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے: اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی.... طالبان کے دور میں فقہ حنفی کو افغانستان کا

---

1 سورۃ البقرۃ: ۲۱۳

آئین اور دستور بنانے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں باقی مسالک اور قرآن وسنت سے براہِ راست استدلال کے امکانات مخدوش ہو گئے۔

کسی بھی معاملے کو اکثریت اور غالب ہونے کی وجہ سے قبول کیا جائے یا دلیل کی بنیاد پر...؟ آیتِ مبارکہ ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ...﴾[1] کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک کیس لایا گیا کہ ایک آدمی کی ۹۹ بھیڑیں تھیں، دوسرے کی ایک ہی بھیڑ تھی۔ ۹۹ والے نے ایک بھیڑ لینے کا کیس حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے دائر کیا تو آپ نے علم وحکمت کے ساتھ فیصلہ فرمایا، نہ کہ اکثریت کو بنیاد بنا کر۔ اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت حق اور دلیل کو دیکھا جاتا ہے، نہ کہ محض اکثریت اور غلبے کو۔ اُنہوں نے مزید فرمایا کہ 'دانش گاہیں اور عدالتیں' ایسی جگہیں ہیں جہاں صرف اور صرف دلیل کا زور چلتا ہے۔ تعلیمی اور قانونی اداروں میں ذاتی پسند وناپسند، گروہ بندی اور حزبیت کی بجائے دلائل کی حکومت ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، ان سے بلند ہونے والی طاقتور آواز سے معاشرے اور اقوام کا رخ بدل جاتا ہے۔ اور تعلیم ہی انسانی فکر کی تشکیل کرتی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان میدانوں میں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے اس میدانِ کار کو منتخب کیا ہے۔

④ جناب ایس ایم ظفر، سابق وفاقی وزیر قانون (سرپرست جامعہ لاہور الاسلامیہ)

آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز اس بات سے کیا کہ اسلام کی دو بڑی بنیادیں ہیں: احترامِ آدمیت اور برداشت۔

برداشت اور تحمل سے انسان کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسان میں برداشت اور احترامِ آدمیت پیدا ہو جائے تو تمام قسم کے جھگڑے اور اختلافات ختم ہو جائیں۔ احترامِ آدمیت اور برداشت کیسے پیدا ہو؟

انھوں نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں علم سے حاصل ہوں گی۔ علم ہو گا تو برداشت بھی پیدا ہو گی اور احترامِ آدمیت بھی آئے گی۔ افسوس کہ مسلمانوں نے علم کا دائرۂ عمل محدود کر دیا ہے، حالانکہ علم سائنس، علم فلکیات، علم ریاضیات، علم الحیوان اور جدید علوم وفنون کی معرفت بھی مسلمانوں ہی کی ذمہ داری ہے۔

انھوں نے نیوٹن اور آئن سٹائن کا قول بیان کیا کہ

"اتنی ترقی کرنے کے بعد بھی ہم گویا علم کے سمندر کے کنارے کھڑے سیپیاں گن رہے ہیں، نجانے اس سمندر کی گہرائی میں کیا کچھ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ پڑا ہے۔"

---

1 سورۃ ص: ۲۴... "داؤد نے جواب دیا کہ اس شخص نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کے لئے اس کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے۔ اور اکثر خلیط ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہی رہتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایماندار ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں۔"

پھر جناب ظفر کہنے لگے کہ ''جہالت اتنی زیادہ خطرناک نہیں جتنی خطرناک یہ بات ہے کہ سمجھ دار انسان کہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں، وہی حق ہے۔ علم آجانے سے جہالت تو ختم ہو جاتی ہے مگر جاہلیت بڑھ جاتی ہے۔'' اُنھوں نے شیخ الجامعہ مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ سے اپنی تحصیل علم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''میں آج سے ۴۵ سال قبل ۱۹۷۱ء میں نمازِ فجر کے بعد اِن سے ترجمہ قرآن پڑھتا رہا ہوں۔''

④ پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف الدریویش حفظہ اللہ کا خطاب

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر احمد یوسف درویش نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں انتہا پسندی، فرقہ واریت کی مذمت اور اُمّتِ مسلمہ کے اتفاق واتحاد سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے جس کو پڑھنے کی اشد ضرورت ہے۔ علامہ اقبال اپنے افکار و نظریات کی بنا پر پوری دنیا میں جانے جاتے اور مسلمانوں کے فکری قائد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلام کے کئی ایک امتیازات ہیں، جن میں سے ایک اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ رواداری کا درس دیتا ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، صدقات و خیرات میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ عبادات میں توازن کی مثال دیتے ہوئے کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ الله لاَ يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا»[1]

''اے لوگو! اتنا عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں اُکتاتا، تم اُکتا جاتے ہو۔''

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝٦٧ ﴾[2]

''جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔''

﴿ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾[3] ''اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔''

جب ہم توازن واعتدال کی بات کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم مداہنت کا شکار ہو جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریق مخالف سے بات سنیں اور سنائیں، وہ مانے یا نہ مانے یہ اس کی مرضی ہے۔ ہمارے ذمہ کوشش ہے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے جناب ابو طالب کو دعوتِ اسلام دی لیکن اس نے آپ کی دعوت کو

---

۱ صحیح بخاری: ۵۸۶۱

۲ سورۃ الفرقان: ۶۷

۳ سورۃ الاعراف: ۳۱

نہیں مانا کیونکہ توفیق دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ ﴾[1]

"نبی ﷺ ! آپ جسے چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

اُنھوں نے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے چند ایک اہم نکات ذکر کیے مثلاً

انتہا پسندی اور فرقہ واریت نے اُمت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ مخلص لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتہاء پسندی اور فرقہ واریت کو روکنے کے لیے کردار ادا کریں کیونکہ انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا ہم انکار نہیں کرسکتے، البتہ اس کا سامنا اور اس کا حل نکالنے کی ہمیں تدبیر کرنا چاہیے۔

ہمیں معاشرے میں دلیل اور اعلیٰ نظریات کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

امن وسلامتی کی بنیاد پر دعوتِ دین دینے کی اشد ضرورت ہے۔

دہشت گرد کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم کے دروازے پر ہوں گے۔ امام ابن قیم نے فرمایا:

"اسلام عدل، سچائی اور امن پسندی کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے اسلام کو امن وسلامتی کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا ہے۔ انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے اور منہجِ سلف کو اختیار کرنے ہی سے ممکن ہے۔"

دورِ جدید میں میڈیا اسلام کی شکل بگاڑنے میں خاصا پیش پیش ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کا مذاق اُڑانا اور معاشرے کو ان سے متنفر کرنا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف بھی توجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر نشین جناب محترم ڈاکٹر الدریویش کے عربی خطاب کا ترجمہ، اسی یونیورسٹی کے 'کلیہ شریعہ و قانون' کے استاذ ڈاکٹر حافظ محمد انور نے اُردو زبان میں پیش کیا۔

اس موقع پر مذکورہ بالا خطابات کے اہم نکات کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد سیمینار کے نقیب نے محترم شرکا کو مختصر تبصرے کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں درج ذیل دو مختصر تاثرات پیش کیے گئے:

④ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک حفظہ اللہ

'پنجاب یونیورسٹی' اور 'دی یونیورسٹی آف لاہور' کے سابق پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سالک نے کہا کہ سیکولر انتہا پسندی کا خاتمہ اور سوشل میڈیا پر پیدا ہونے والی نظریاتی جنگ کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

---

1 سورۃ القصص:۵۶

اُنھوں نے فرمایا کہ آج سیکولر قوتیں ہمیں آپس میں لڑا کر ایک قسم کی خانہ جنگی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہمیں ان کی سازشوں کو سمجھنا اور اتحاد کو قائم کرنا ہو گا۔ کیونکہ سیکولر قوتیں ہمیں باہم دست و گریباں کر کے ہمارے وسائل پر قبضہ جمانے کے درپے ہیں۔ ان کا مقابلہ ہمیں حکمتِ عملی کے ساتھ کرنا ہو گا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ ﴾[1]

"نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر باہمی تعاون کرو اور گناہ وزیادتی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔"

اُنہوں نے مزید کہا کہ انتہا پسندی ہر پہلو اور سمت سے قابل اصلاح ہے، اسلام کے نام پر ہونے والی انتہا پسندی کے ساتھ ساتھ لبرل اور سیکولر طبقے بھی انتہا پسندانہ رویے اختیار کر چکے ہیں، جس کی مثال فیس بک اور سوشل میڈیا پر آئے روز اسلام اور شعائر اسلام کے خلاف آنے والے اعتراضات ہیں۔ ان کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے اور ہر لحاظ سے معاشرہ کو اعتدال کا علم بردار ہونا چاہیے۔

⑤ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ (مدیر کلیۃ القرآن والتربیۃ الاسلامیہ) کا تبصرہ

قاری صاحب نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر محترم کے خطاب کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کی تردید کرتے ہوئے ہمیں ان اصطلاحات کو ترک نہیں کر دینا چاہیے جو ہمیں قرآن وسنت نے سکھائی ہیں، مثلاً: جہاد جو اسلام کی بلند کوہان ہے، اس سے دستبردار ہونا سراسر گمراہی ہو گا۔ ایسے ہی دہشت گردی کی مذمت کے لیے ہمیں 'اِرہاب' کی عربی اصطلاح اپنانے سے بھی گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ تو قرآن کریم میں مثبت معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

دوسرا سیشن

اس کے بعد نمازِ مغرب کا وقفہ ہوا، جس کے بعد فاضل شرکا مجلس کے مابین مذاکرہ کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔

⑥ پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ

مذاکرہ کا افتتاحی خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو یہ طے ہونا ضروری ہے کہ انتہا پسندی کسے کہتے ہیں؟ "کسی بھی مسئلے میں اپنی ذاتی فکر کو حتمی، حرفِ آخر قرار دینا، اسی کو حق سمجھنا، اس کو منوانے کے لیے تشدد کرنا، اور کفر کے فتوے لگانا، کسی دوسرے کی رائے کو قبول نہ کرنا" انتہا پسندی ہے۔ البتہ

1 سورۃ المائدۃ:۲

حق کو سمجھنا، پھر اس کی اتباع کرنا انتہا پسندی نہیں۔ اُمتِ مسلمہ کفار کے دباؤ کی وجہ سے دین کے مسلمہ اُمور میں بھی دفاعی پوزیشن پر آگئی ہے۔ واضح رہے کہ حق پر سختی کرنا انتہا پسندی اور فرقہ واریت نہیں ہے۔ مثلاً لفظ اللہ اور ربّ میں تشدید سے سختی کی طرف اشارہ ہے، بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز کے معاملے میں سختی کرنے کا حکم ہے تو اصل بات یہ ہے کہ باطل سختی نہیں ہونی چاہیے۔ افسوس کہ آج کل سب کچھ ایسے ہی ہو رہا ہے کہ ﴿كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴾[1]

"ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ اسی میں مگن ہے۔"

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[2]

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

جیسے آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے، ایسے ہی اصل (قرآن وسنت) اور باطل (شرک وکفر) اکٹھے نہیں ہو سکتے، اصل بات سے ہٹنا ہی فرقہ واریت ہے اور اصل قرآن وسنت اور منہج سلف ہے۔

⑦ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ (مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ)

انتہا پسندی کا تعین اس پر موقوف ہے کہ پہلے دیکھا جائے کہ عدل واعتدال کیا ہے؟ "کسی بھی چیز کو اس کے محل پر رکھنا یا پھر کسی کام کا اس کے محل پر ہونا" عدل ہے۔ اور اسی عدل کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[3]

"ہم نے اپنے رُسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوں۔"

معاشرے میں عدل واعتدال کو قائم کرنا دین کا بنیادی مقصد ہے، اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور چالیس سے زائد آیات میں عدل وانصاف کا حکم موجود ہے، گویا کہ عدل واعتدال کتاب وسنت میں ہی ہے اور اس کو قائم کرنا انتہا پسندی نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نرمی اختیار کرو اور غلو سے بچو:

«اللهُمَّ ارْفُقْ بِمَنْ رَفَقَ بِأُمَّتِي، وَشُقَّ عَلَى مَنْ يَشُقُّ عَلَيْهَا»[4]

---

1 سورۃ الروم: ۵۳

2 سورۃ آل عمران: ۱۰۳

3 سورۃ الحدید: ۲۵

4 مسند احمد: ۲۶۲۳۷

"الٰہی! اس شخص پر رحم کر جو میری اُمت پر رحم کرے اور اس شخص پر سختی کر جو اس پر سختی کرے۔"

«إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»[1]

"بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی)۔ پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔"

ان نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا پیغام نرمی اور اعتدال کا ہے، نہ کہ تشدد اور فرقہ واریت کا۔ انتہا پسندی اور فرقہ واریت چاہے سیکولرازم کی طرف سے ہو یا داعیانِ مذہب کی طرف سے دونوں کا راستہ روکنا ضروری ہے، کیونکہ فرقہ واریت ایک غلط رویّہ ہے نہ کہ مطلوبِ شریعت، لہٰذا اس کے خاتمے کے لیے مسلمانوں کو جہاں عوامی سطح پر اتحاد کرنے کی ضرورت ہے، وہاں علمی محاذ پر فکری اتحاد قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اُنھوں نے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس سلسلے میں علمائے کرام کے مؤثر کردار کی طرف اشارہ کیا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾[2]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَأُولُو الْأَمْرِ صِنْفَانِ: الْأُمَرَاءُ وَالْعُلَمَاءُ، وَهُمُ الَّذِينَ إِذَا صَلَحُوا صَلَحَ النَّاسُ[3]

"مسلمانوں کے اولی الامر دو قسموں کے ہیں: حکام اور علما اور انہی دو گروہوں کی اصلاح پر معاشرے کی

---

۱ صحیح بخاری: ۳۹

۲ سورۃ النساء: ۵۹

۳ السیاسۃ الشرعیۃ: ص ۴۴۲

صلاح موقوف ہے۔''

اُولی الامر سے مراد اصلاً علماء ہی ہیں جو دراصل حکام کو نظریہ دیتے ہیں کہ ہمیں کس توازن واعتدال سے چلنا چاہیے اور حکاّم اس نصب العین کی تکمیل کرتے ہیں۔ علما کی آرا سے اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن تعصّب نہیں ہونا چاہیے، اور اپنے موقف کو دوسرے پر ٹھونسنا نہیں چاہیے کیونکہ کسی کا اجتہاد دوسرے فقیہ کے اجتہاد کو ختم نہیں کر سکتا، اس لیے علما کی نیتوں پر حملے اور طعن وتشنیع کی بجائے ان کی شخصیات کے بارے میں احتیاط کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ دوسری طرف علمائے کرام کو بھی چاہیے کہ اپنی رائے کو کتاب وسنت کی بجائے ایک اجتہادی موقف ہی سمجھیں اور اسے بعینہٖ نافذ کرنے پر اصرار مت کریں۔

فرقہ واریت میں کمی لانے کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کی ممتاز شخصیات کا احترام کیا جائے، ان کے موقف کی ممکنہ غلطی کی بنا پر اُن کی نیت پر حملہ نہ کیا جائے۔ پھر معاشرے میں پائے جانے والے موقف دو طرح کے ہیں، ایک تو علمی طور پر کتابوں میں موجود ہیں، دوسرا وہ جو بعض عوامی خطبا کی زبانوں پر ہیں، ان دونوں میں بھی بہت سا فرق ہے۔ ہر مکتبِ فکر کے علما کو اپنے خطبا اور عوام کی اصلاح کا فریضہ انجام دینا چاہیے مثلاً جملہ بریلوی علما ومفتیان اس بات پر متفق ہیں کہ عورتیں مزاروں پر نہیں جاسکتی تو صرف اسی بات پر بریلوی عوام کو عمل کرالینے سے کتنے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح باہمی اختلافات کے خاتمے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مختلف الخیال اہل علم کو باہمی تبادلہ خیال کا موقع دیا جائے، ایک دوسرے کے دلائل تحمل وبرداشت سے پیش کیے جائیں، اس سے بھی اختلافات میں بہت سی کمی آسکتی ہے۔

⑧ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ (مدیر کلیۃ القرآن والتربیۃ الاسلامیہ، قصور)

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے چار گزارشات ہیں:

علم کے ذریعے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن ہے اور علم کہتے ہیں:

"العلم إدراك الشيء بحقيقته" (موسوعۃ القرآن: ۸/۳۸۶)

جب انسان کسی چیز کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو پھر اس کو صحیح معرفت ہوتی ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لیے علم اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے بڑی دلیل قرآن وسنت ہے، لہٰذا ہم دہشت گردی کے تمام پہلوؤں کو ختم کرسکتے ہیں، جب ہمارے پاس قرآن وسنت کا حقیقی علم ہوگا۔

منصف مزاج لوگ دینی نصاب کا جائزہ لیں تو وہ ضرور محسوس کریں گے کہ یہی وہ نصاب ہے جس سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو ختم کیا جاسکتا ہے، مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا»[1]

''اس (پرندے) کے بچے کو کس نے پکڑا ہے؟ اس کے بچوں کو واپس کرو، میری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ کسی پرندے کو بھی دکھ دیا جائے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ رَحِمَ، وَلَوْ ذَبِيحَةَ عُصْفُورٍ رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2]

''جو کسی چڑیا کو ذبح کرتے وقت بھی رحم کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر رحم کرے گا۔''

تعجب کی بات ہے کہ اونٹ ایک جانور ہے، اس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ، فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ»[3]

''جب تم سرسبز وشاداب زمین میں سفر کرو تو اونٹ کو بھی زمین سے حق دو۔'' (یعنی اسے سفر کے بعد باندھو نہیں بلکہ چرنے کے لیے چھوڑ دو)

کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کو جب جہاد کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقْتُلُوا صَبِيًّا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا، وَلَا مَرِيضًا، وَلَا رَاهِبًا، وَلَا تَقْطَعُوا مُثْمِرًا، وَلَا تُخَرِّبُوا عَامِرًا، وَلَا تَذْبَحُوا بَعِيرًا وَلَا بَقَرَةً إِلَّا لِمَأْكَلٍ، وَلَا تُغْرِقُوا نَخْلًا، وَلَا تُحَرِّقُوهُ»[4]

''بچوں، عورتوں، بوڑھوں، بیماروں اور جنگ سے بھاگنے والوں کو قتل نہ کرو، پھل دار درخت نہ کاٹو گھروں کو مسمار نہ کرو، اونٹوں اور گائے کو کھانے کے سوا ذبح نہ کرو، کھجور کے باغات کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی جلاؤ۔''

اسلئے صحابہ کرام نے جہاں بھی فتوحات کی ہیں، وہاں جان، مال اور رزق کا تحفظ کیا ہے، لہٰذا قرآن وحدیث پر مبنی نصاب کو جامعات اور کالجز تک لے جانا بہت بڑا ہدف ہے اور اسی سے تمام مسائل حل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں محبت اور غصے کے جذبات رکھے ہیں، لیکن ان کو توازن میں رکھنے کے لیے شریعت اُتاری ہے، اگر اللہ تعالیٰ محبت نہ رکھتے تو کوئی ماں بچے کو دودھ نہ پلاتی۔ اگر یہی محبت حدودِ الٰہی سے تجاوز کر جائے

---

۱ سنن ابو داؤد: ۲۶۷۵

۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۱۵

۳ صحیح مسلم: ۱۹۲۶

۴ السنن الکبریٰ از امام بیہقی: ۱۸۱۵۲

جائے تو دنیا و آخرت میں مذموم ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ نے اگر غصے کو انسانی طبیعت میں نہ رکھا ہوتا تو کوئی جہاد کا میدان سجتا اور نہ ہی کوئی غیرت نامی چیز نظر آتی لیکن یہی غصّہ جب کنٹرول سے باہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو تو اسی سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت پھیلتی ہے۔ یہ توازن واعتدال اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان میں چار چیزیں نہ ہوں: قرآن، حدیث، تعامل صحابہ اور ان تینوں کو سمجھنے کے لیے علم صحیح۔ انہی سے توازن و اعتدال آئے گا اور انہی سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ہو گا۔

نص کی موجودگی میں اجتہاد استدلالی قوت نہیں بلکہ استبدالِ دین ہے، نص (قرآن وسنت) کی موجودگی میں جو مکالمہ کرتا ہے دراصل اس کا ایمان قابل مکالمہ ہے، اس لیے ہمیشہ حق کے ساتھ انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے جستجو ہونی چاہیے اور پھر انسان اگر اکیلا بھی ہو لیکن اللہ کی تائید اور مدد اس کے ساتھ ہو، تو وہ اکیلا بھی جماعت ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم۔ ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا﴾[1] "بے شک ابراہیم اکیلے ہی امت تھے۔" یعنی جتنا کام پوری اُمت مل کر کرتی ہے اتنا کام اکیلے ابراہیم نبی علیہ السلام نے کر دیا۔

⑨ ڈاکٹر علی اکبر الازہری (صدر شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور)

دہشت گردی کے سبب سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ اسلامی اصطلاحات کا غلط استعمال کر کے اُمت کو منتشر کیا گیا ہے۔ ہمیں اس کے خاتمے کے لیے مسلک کی نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی نمائندگی کرنی چاہیے، مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے لیکن اختلافات کا اصل علاج دلیل سے ہونا چاہیے اور دلیل میں تعصّب نہیں ہونا چاہیے، اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کہ ہمارا مزاج تحقیق پسندانہ ہو اور تحقیق ہی کو فروغ دے۔

⑩ رونامہ ندائے ملت سے وابستہ صحافی جناب ارشاد احمد ارشد نے ایک شعر میں عمدہ پیغام دیا:

قدرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں　　　اسی لیے پیدا نہ کی ہڈی زبان میں

یعنی انتہا پسندی کا خاتمہ اصل میں زبان کے کنٹرول میں ہے۔

⑪ ڈاکٹر عبد الغفار (کلیہ الدراسات الاسلامیہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ) نے فرمایا:

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے قرآنی اصطلاحات کا ایک ایسا 'اسلامی مستند مجموعہ' ہونا چاہیے جس کو شامل نصاب کیا جائے، تا کہ اُمت کا مجموعی موقف بن سکے۔ خصوصاً دو اصطلاحات یعنی 'اجتہاد اور جہاد' کا غلط استعمال انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دو اصطلات کا صحیح مطلب لوگوں کو سمجھایا جائے۔

---

1 سورۃ النحل: ۱۲۰

⑫ ڈاکٹر حافظ حسین ازہر (پروفیسر ویٹرنری یونیورسٹی، لاہور) نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ﴾ [1]

"اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔"

آج برائی سے روکنا انتہا پسندی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً میوزک سے روکا جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ انتہا پسندی ہے۔ لہٰذا علم اور دلیل کی بنیاد پر مضبوطی سے پورے اسلام پر عمل کیا جائے تو یہی تمام مسائل کا حل ہے۔

⑬ پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم (صدر تنظیم اساتذہ، پاکستان)

پہلے ہم اسلام کی بات بڑے زور سے بیان کرتے تھے لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ تحفظِ اسلام، تحفظِ ناموس رسالت ہونی چاہیے یعنی اسلام کا پیغام دفاعی پوزیشن میں آچکا ہے، اس صورت حال پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے حالات میں دینی جامعات اور جدید علوم کی جامعات کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ چند ایک اقدامات کریں:

جامعات کو چاہیے کہ وہ جہاد کا صحیح اسلامی تصور واضح کریں کیونکہ دنیا کے سامنے جہاد کا صرف ایک منفی پہلو ہی رکھا جا رہا ہے، جبکہ جہاد کے دونوں پہلوؤں کو عامۃ الناس اور نوجوان نسل میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلم، غیر مسلم کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کے متعلق اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

دین نے تو ایک ہی تصور دیا تھا: ﴿ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا ﴾ [2]

"اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تمہارا نام 'مسلم' رکھا تھا، اور اِس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے)۔"

افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے جو تصور دین دیا تھا، ہم نے اسے دوسرے تصورات میں لاکر آپس میں دوریاں پیدا کیں۔ اسی تصور کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق ختم ہوسکے کیونکہ وہ بھی فرقہ واریت کا شکار ہوتے ہوئے لڑتے رہے، اس طرح ہم بھی آپس میں لڑیں تو ہم اور ان میں فرق کیا ہوا؟ کس چیز سے انتہا پسندی اور فرقہ واریت پھیل رہی ہے، اس پر ریسرچ کی جائے۔

میڈیا میں جب دین کی اقدار کا مذاق اُڑایا جائے اور وہ چیزیں پیش کی جائیں جو دین کی جڑ کاٹنے والی ہیں تو اس سے نوجوان نسل میں انتہا پسندی کی صورت میں لازمی ردعمل پیدا ہوگا، اس طرح جب غیر اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے جو اقدامات کیے جا رہے ہیں، این جی اوز اور بہت سارے عناصر مل کر ہمارے نصابات میں

---

۱ سورۃ البقرۃ:۲۰۸

۲ سورۃ الحج:۷۸

تبدیلیاں کر رہے ہیں، یہ سب چیزیں رد عمل پیدا کر رہی ہیں، لہٰذا ایسے عناصر کو روکا جائے۔ ایسے حالات میں دینی اور دنیاوی جامعات کا کردار بہت بڑھ جاتا ہے کہ وہ مکمل ہوم ورک اور تیاری کے ساتھ میڈیا کے نمائندوں / اینکرز کو اکٹھا کر کے اُن کو دین کے صحیح تصورات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔

کچھ اساتذہ، علما اور طلبا کا انتخاب کر کے اُنہیں ان موضوعات کے لیے تیار کیا جائے جو معاشرے کی ضرورت ہیں اور لوگ سننا چاہتے ہیں مثلاً دین کا صحیح و جامع تصور، انتہا پسندی و فرقہ واریت کے اسباب، نقصانات اور خاتمے کی تجاویز، مسلم و غیر مسلم کے جان و مال اور عزت کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی تعلیمات۔

⑭ ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی (مدیر مجلس التحقیق الاسلامی بالجامعہ)

انسان میں انتہا پسندی و تشدد لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے آتی ہے۔ اگر انسان کے پاس علم اور دلائل موجود ہوں تو وہ باوقار طریقے سے صرفِ نظر کرتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیمؑ نے جب اپنے والدِ گرامی کو نرمی سے دعوت دی تو باپ غصّے میں رجم کرنے اور گھر چھوڑنے کی دھمکی دینے لگا۔

تشدد اور جہالت کا خاتمہ علم اور دلائل ہی سے ممکن ہے، جبکہ دینِ اسلام علم اور دلائل ہی کا نام ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ ﴾[1]

''پڑھو! (اے نبیؐ) اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔''

انتہا پسندی، تشدد اور غلو ان سب کا اللہ تعالیٰ نے رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝۷۷ ﴾[2]

''کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سَواء السبیل سے بھٹک گئے۔''

ان سب موذی بیماریوں کا علاج ما انزل اللہ یعنی دین کی طرف لوٹنے اور حصولِ علم میں ہے۔ اور ما انزل اللہ سب سے زیادہ اسلامی جامعات ہی میں پڑھایا جاتا ہے، لہٰذا اسلامی جامعات سے ہی انکا علاج ممکن ہو سکتا ہے۔

⑮ پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر (استاذ 'دی یونیورسٹی آف لاہور')

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا اصل توڑ نرم گوئی اور نرم مزاجی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کو

---

۱ سورۃ العلق: ۱

۲ سورۃ المائدۃ: ۷۷

فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[1]

''اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔''

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا»[2]

''جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔''

امام بخاری باب من كفّرَ أخاه بغير تاويله کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اس آدمی کے لیے ہے جس نے مسلمان کو حقیقی کافر کہا، اللہ کا منکر بنا دیا۔

اگر کوئی کفریہ کلمہ کہہ بھی دے لیکن نیت ٹھیک ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا جیسا کہ ایک آدمی نے خوشی سے کہا:

«اللهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ»[3]

''اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا ربّ، خوشی کی شدت سے اس کے منہ سے غلط ادا ہو گیا۔''

اس جملے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی ہے۔ آپ دعوت داعی الی اللہ کی حیثیت سے دیں نہ کہ مفتی کی حیثیت سے، اس رویہ سے تشدد پھیلتا ہے۔

⑯ چوہدری اشرف علی (سینئر سبجیکٹ اسپشلسٹ ٹیچر ٹریننگ لاہور)

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا تدارک اس کے حقیقی اسباب دور کرنے سے ہی ممکن ہے اور وہ دو ہیں:

بین الاقوامی یا قومی سطح پر غلبہ حاصل کرنے کا جنون اور دنیا کو اپنے قبضے میں لینے کا لالچ و طمع، جب تک یہ دور نہیں ہو گا تب تک انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن نہیں۔ ہمیں خصوصاً علمی، سائنسی اور تکنیکی کمزوریاں دور کرنی چاہیں اور اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے اپنے دشمن کو پہچاننا چاہیے۔

⑰ ڈاکٹر حافظ محمد انور (استاذ کلیہ شریعہ والقانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا اصل علاج تعلیمی اداروں اور منبر و محراب میں ہے اور یہ علاج اس وقت ممکن ہے جب معاشرے میں مثبت کردار پیش کیا جائے، اس لیے کہ کردار کی دعوت بہت بڑی چیز ہے۔

⑱ پروفیسر ڈاکٹر اختر حسین عزمی (استاذ گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ، لاہور)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تشدد پسند عناصر کی تعداد ایک فیصد سے زیادہ نہیں ہے لیکن یہ بھی

---

۱ سورۃ طہٰ: ۴۴

۲ مسند احمد: ۵۹۱۴

۳ صحیح مسلم: ۲۷۴۷

حقیقت ہمیں مان لینی چاہیے کہ ایک فیصد نے ہی پورے معاشرے اور اسلام کے صحیح تصور کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ انہی افراد کی وجہ سے ہمارا دشمن ہماری تصویر کو دنیا کے سامنے جس طرح پینٹ کر رہا ہے وہ سبھی کے سامنے ہے۔ جب ہم جارحیت میں ہیں ہی نہیں تو اس کا دفاع تو کرنا ہی پڑے گا، اگرچہ ہمیں دفاعی پوزیشن پر نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ہمیں موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے، اس طرح ہمیں بھی ایسے اعداد و شمار اکٹھے کرنے چاہیں جن کے ذریعے ہم کہہ سکیں کہ تشدد پسندی کا عنصر دینی مدارس سے نہیں نکلا۔ دنیا کی مار دھاڑ حتیٰ کہ امریکہ کے اداروں میں جو قتل و غارت ہو رہی ہے، اس کی سرپرستی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل لوگ ہی کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں سیکولر انتہاپسندی بھی جس عروج پر ہے، اسے بھی نمایاں کرنا چاہیے جیسا کہ پروفیسر سلمان حیدر کو جس طرح فاطمہ جناح یونیورسٹی راولپنڈی میں گرفتار کیا گیا، اس کا معاملہ سبھی کے سامنے ہے کہ اس نے فیس بک پر تین پیج بنائے، ان میں سے ایک کا نام بھینسا رکھا جس سے مراد مولوی ہیں۔ اس طرح نبی ﷺ کے کارٹون بنائے، آپ کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ ان چیزوں کو بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

انتہاپسندی کا فروغ دراصل اس وقت ہوا جب اعتدال پسندی کی متفقہ تعلیمات دینے والے لوگ بہت ہی دفاعی پوزیشن میں چلے گئے۔

اداروں میں برداشت کیوں نہیں، قرآن وسنت کی تعبیر و تشریح میں ایک دوسرے کو گنجائش نہیں دیتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں بین المسالک اختلافات تو پڑھائے جاتے ہیں اور یقیناً یہ اختلافات پڑھانے چاہئیں لیکن افسوس کہ اس کے حل کے اُصول و آداب نہیں پڑھائے جاتے جو سلف سے منقول ہیں، اس لیے ہر طالبعلم اختلافات کو اپنے نقطہ نظر سے پڑھتا ہے اور پھر اپنی من مرضی کی سوچ بنا لیتا ہے، وہاں سے انتہاپسندی پھیلتی ہے۔

اتحادِ اُمت کی باتوں کو نصاب میں شامل کرنا چاہیے، اور ساتھ ہی اسلامک یونیورسٹی کو ایسا سسٹم بنانا چاہیے کہ وفاق المدارس کی سند کے لیے ضروری ہو کہ تمام مکاتبِ فکر کے طلبہ یک جاں ہو کر چھ ماہ اسلامک یونیورسٹی میں گزاریں اور وہاں جدید علوم و مسائل اور فکر مغرب کا بھی مطالعہ کریں تاکہ ان کے ذہن میں وسعت کے ساتھ برداشت بھی پیدا ہو سکے، پھر اسکے نتیجہ میں اپنے اصل دشمن کو پہچان کر اس کا مقابلہ کر سکیں۔

⑲ حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر الحکمہ انٹرنیشنل، لاہور)

راقم نے تین منٹ میں تین اہم نکات پر چند گزارشات پیش کیں:

انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے اسباب کیا ہیں؟

انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے نقصانات کیا ہیں؟ اور انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کی تجاویز

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے اسباب

(۱) ترکِ قرآن وسنت (۲) منہج سلف سے انحراف (۳) بے مہار خطابت (۴) بغاوت کا رجحان (۵) نیم مذہبی قیادت (۶) ترجیحات کی غلط ترتیب (۷) اشاعت کا غیر محتاط اُسلوب (۸) مشترکات کو نظر انداز کرنا

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے نقصانات

(۱) حکم عدولی کی فضا (۲) صادق وامین حکومت کا خاتمہ (۳) علمی بد دیانتی کا چلن (۴) شکوک وشبہات اور ابہامات کا فروغ (۵) تعمیری سوچ کا فقدان (۶) ناحق قتل وغارت (۷) اسلام سے عدم اعتماد (۸) مالی، جانی اور دیگر نہ ختم ہونے والے نقصانات کا طوفان

انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کی تجاویز

(۱) قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ (۲) منہج سلف صالحین کو اختیار کیا جائے۔ (۳) تقریر، تحریر، تدریس وغیرہ میں ایسی سرگرمیوں سے گریز کیا جائے جس میں عدم برداشت کا پہلو ہو۔ (۴) واعظین وخطبا حضرات کا میرٹ طے کیا جائے یعنی تخصص فی الخطابہ کورس کا آغاز ہو، خطبا سلیکشن کمیٹی بنائی جائے۔ (۵) ریاست اور علما کے تعاون سے بورڈ تشکیل دیا جائے جو اس انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے کردار ادا کرے۔ (۶) مدارس انتظامیہ، اساتذہ اور طلبا کو مثبت سوچ کا حامل بنائے۔ (۷) سوشل میڈیا میں کردار ادا کرنے کے لیے اساتذہ، مبلغین اور طلبا کی ٹیم تیار کی جائے۔ (۸) مختلف اضلاع میں سیمینار کرائیں جائیں۔ (۹) اسلامی اخلاقی اُصولوں کی پابندی یقینی بنائی جائے۔ (۱۰) اختلافات کے دائروں میں فرق واضح طور پر سمجھا اور سمجھایا جائے۔ (۱۱) اختلاف کی صورت میں دوسرے کے حقوق کو تلف نہ کیا جائے۔ (۱۲) اختلافی مسائل چھیڑنے سے حتی الامکان باز رہا جائے۔ (۱۳) باہمی مکالمے کے لیے ماہر علما کی زیر نگرانی ٹیمیں بنائی جائیں۔ (۱۴) انفرادی عصبیت کی بجائے ملی واسلامی مفادات کو ملحوظ رکھا جائے۔ (۱۵) جماعت یا پارٹی بنانے کا عمل اتنا آزاد نہیں ہونا چاہیے۔ (۱۶) بین المسالک حقوق کا تعین مشاورت سے طے کر کے مساویانہ عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔ (۱۷) جلسے جلوس کی حدود متعین کی جائیں۔ (۱۸) سوشل میڈیا کے ذریعے اشتعال انگیز مواد کو روکا جائے اور مثبت مواد عام کیا جائے۔ (۱۹) اتحاد کی سابقہ کاوشوں کا مطالعہ کیا جائے اور انہیں رائج کیا جائے۔

یہ سیمینار اپنے موضوع پر بہت ہی مفید رہا۔ ایسے سیمینارز دینی جامعات میں وقتاً فوقتاً ہوتے رہنے چاہییں اور ان سیمینارز میں پاس کی گئی قراردادوں پر عمل درآمد کے لیے کوئی مستقل لائحہ عمل طے کرلینا چاہیے۔ اس طرح یہ سرگرمی نہ صرف متعلقہ اداروں بلکہ اسلامی معاشرے کے لیے بھی کارآمد بن جائے گی۔ ان شاء اللہ

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اُساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

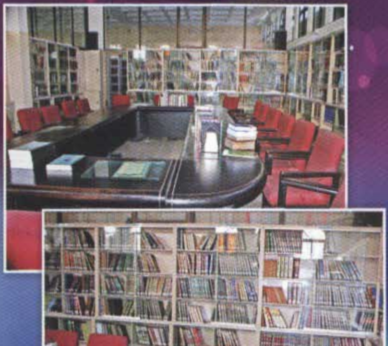

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45ہزار علمی ودینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

ایئر کنڈیشنڈ ہال

سہولیات

- جملہ اُردو وعربی تفاسیر اور علوم قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروحِ حدیث اور علومِ قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اَوقات

صبح 9:00 بجے
تا
شام 5:00 بجے
(چھٹی بروز جمعہ)

بمقام ادارہ مُحدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35866396
موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 49 No. 1

Monthly MUHADDIS Lahore

35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں مخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کردینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کردینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہوکر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوجانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کردینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِسالانہ ۳۰۰ روپے